سب محفلوں میں نور کی محفل ہے یہ محفل

۱۳۷ بند

شہادت علی اکبرؑ

۱ سب محفلوں میں نور کی محفل ہے، یہ محفل — خورشید ید اللہ کی منزل ہے، یہ محفل
روشن ہے کہ برجِ مہِ کامل ہے، یہ محفل — دربانیِ جبریل کے قابل ہے، یہ محفل
ہر ذرّہ چراغِ حرمِ لَمۡ یَزَلِی ہے
حقّا کہ یہ دربارِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

۲ یوسفؑ ہیں فدا جس پہ یہ بازار ہے کس کا؟ — دُربار ہے ہر چشم، یہ دربار ہے کس کا؟
کیوں زرد ہے خورشید، یہ بیمار ہے کس کا؟ — لاغر ہے مہِ نو، یہ عزادار ہے کس کا؟
جلوہ ہے یہ سب ماتمِ شاہِؑ شُہَدا کا
دربار ہے یہ مالکِ سرکارِ خدا کا

۳ جاروب کشِ فرشِ عزا عرشِ عُلا ہے — دروازہ ہے، یا ہاتھ سخی کا یہ کھلا ہے
ہر ایک گنہ عفو کی میزاں میں تُلا ہے — شربت کے پیے معجزہ کا قند گھلا ہے
پیتے ہی رَوا ہوتی ہے نادار کی حاجت
بے زر کو نہیں شربت دینار کی حاجت

۴ مجمع کو تفاخر ہے کہ 'اثنا عشری ہوں' — مجلس کی ندا ہے کہ 'میں رحمت سے بھری ہوں'
چلّاتی ہے ہر فردِ گنہ 'میں نظری ہوں' — اخلاص یہ کہتا ہے 'ریا سے میں بَری ہوں'
جو سورۂ اخلاص کے پڑھنے میں اثر ہے
وہ مرتبۂ ذکرِ شہِ جن و بشر ہے

۵ آئینہ ہے، دیکھو صفِ ماتم کی صفائی! — عینک ہو مقابل تو کرے چشم نمائی
اک دن یہ جلا نیّرِ اعظم نے نہ پائی — اس بزم نے تو قدرتِ اللہ دکھائی
آئینہ کا کیا منہ یہ صفا لائے کہاں سے
فردوس کا چہرہ نظر آتا ہے یہاں سے

۶ یہ بزم ہے گل دستہ بہشتوں کے چمن کا — لازم ہے یہاں وصفِ گلِ شاہِ زمن کا
اکبرؑ جو ہے دل بندِ شہِ قلعہ شکن کا — آغازِ جوانی میں وہ مشتاق ہے رن کا
مرنے کو جو پوچھو تو سب اک روز مریں گے
لیکن یہ شباب اور یہ اجل یاد کریں گے

۷ ماتم کا مُرَقّع ہے کہ خاموش ہے مجلس مطلع — یہ داغ ہے کس کا کہ سیہ پوش ہے مجلس
ہر بند کی خاطر ہمہ تن گوش ہے مجلس — یہ مرثیہ کس کا ہے؟ کہ بے ہوش ہے مجلس
حیدرؑ کو قلق، فاطمہؑ کو نوحہ گری ہے
کیا خوں میں تصویرِ پیمبرؐ کی بھری ہے!

۸ یہ کون جواں ہے جسے روتی ہے جوانی — کون اُٹھتا ہے پیاسا جو گرا آنکھ سے پانی
کیوں چشم کے چشمے میں ہے دریا کی روانی — کیا خوں میں ڈوبا ہے کوئی یوسفِ ثانی؟
کنعانِ شہادت کا حسین کون ہے ایسا
خورشید لقا، ماہ جبیں کون ہے ایسا

۹ اٹھارھویں سال اب جو نہیں بیاہ، تو کیا ہے؟ — اس عمر کا سیّد کوئی بن بیاہا موا ہے؟
پھل سہرے کا کس پھول سے سینے پہ لگا ہے — شق سینہ، گل خاک بسر باد صبا ہے
کیوں پھولوں کے عمامے گرے خاک پہ سہرے ہے!
سہرا نہ بندھا کس کے سرِ پاک پہ، ہے ہے!

۱۰ محتاجِ کفن لاش ہے کس تشنہ دہاں کی — چادر لیے پھرتی ہے زمیں آبِ رواں کی
پوچھو تو زمانے سے یہ ہے رسم کہاں کی — تابوت پہ سہرا نہیں، میّت ہے جواں کی
سہرا نہ سہی، یاں تو جنازہ بھی نہیں ہے
پھولوں کی کوئی چادرِ تازہ بھی نہیں ہے

۱۱ کیوں یارو! کنایے سے ہی دل ہو گیا پارا!   آخر یہ بیاں کس کا ہے، لو نام خدا را
مارا گیا شہزادہ مرا اور تمہارا   ارماں ہیں شاہد کہ پر ارمان سدھارا
اے کاش غلاموں کا یہ ارمان نکل جائے
ہے ہے علیؑ اکبر کہیں اور جان نکل جائے

۱۲ یہ غم ہے، غمِ مرگِ جوانانہ اکبر   مطلع   یہ مجلسِ ماتم ہے عزاخانۂ اکبر
دل جلتے ہیں سب کے کہ ہیں پروانۂ اکبر   بن پانی کے لبریز ہے پیمانۂ اکبر
ہم سن ہیں جو زہراؑ کے تو ہم شکلِ نبیؐ ہیں
حیدرؑ کے جوانوں میں جواں مرگ یہی ہیں

۱۳ رخ وہ کہ حسینانِ عرب جس پہ ہیں شیدا   ہے خالِ درخشاں دلِ یوسفؑ کا سُویدا
سبزہ ہے جوانی کا رخِ سرخ سے پیدا   یاقوت سے خوش رنگ، زمرد ہے ہویدا
گلشن ہیں، مگر آہ نہ پھولے نہ پھلے ہیں
آمد ہے جوانی کی یہ دنیا سے چلے ہیں

۱۴ حق دوست ہیں، حق گو ہیں، یہ ہیں حق کے طلب گار   لشکرِ حق و باطل کا جو رن میں ہوا تیار
دریافت کیا حق ہے کدھر، اے شہِ ابرار!   شہ بولے: تمہاری طرف اے حق کے طرف دار
اب لال لہو میں جو ہر اک دُرِّ نجف ہے
یہ کہتے ہیں کچھ غم نہیں حق اپنی طرف ہے

۱۵ کھانے کی تمنا ہے نہ پانی کی تمنا   نے سلطنتِ عالمِ فانی کی تمنا
پھر کیا ہے، فقط مرگِ جوانی کی تمنا   پہلی ہے یہی، احمدِؐ ثانی کی تمنا
نیزہ جگرِ پاک سے جس آن نکالا
بولے کہ خدا نے مرا ارمان نکالا

۱۶ چہرے سے مصیبت بھی، تحمل بھی عیاں ہے   آنکھوں سے شجاعت بھی، تجمل بھی عیاں ہے
فاقے میں قناعت بھی، توکل بھی عیاں ہے   سر دینے میں عجلت بھی، تامل بھی عیاں ہے
جلدی کا سبب شوقِ حضوریِ خدا ہے
وقفے کی جہت الفتِ شاہِ شہدا ہے

۱۷ بادل کی طرح رن میں عدو چھائے ہوئے ہیں   مولا سرِ تسلیم کو نہیوڑائے ہوئے ہیں
اس وقت حرم خیمے میں گھبرائے ہوئے ہیں   ہم شکلِ نبیؐ بہرِ وداع آئے ہوئے ہیں
عباسؑ کے ماتم کو تو موقوف کیا ہے
اس چاند کو ہالے کی طرح گھیر لیا ہے

۱۸ چاروں طرف اکبر کی خوشامد کا ہے سامان   مسند کو کوئی جھاڑتی ہے پلکوں سے اس آن
لاتی ہے مُصلّےٰ کوئی اُن کا، کوئی قرآن   دل جوئی پہ سب جمع ہیں، پر دل ہیں پریشاں
چہرے پہ بیابان کی جو گرد پڑی ہے
چھوٹی بہن آئینہ لیے آگے کھڑی ہے

۱۹ برہم ہیں یہ ماتم کی صفیں دیکھ کے ہر سو   خالی ہے جو خیمہ تو بھر آتے ہیں آنسو
سر ننگے جو کنبہ ہے تو بل کھاتے ہیں گیسو   عباسؑ سا مہ رو ہے نہ قاسمؑ سا ہے گل رو
حیراں ہیں کہ دربارِ پدر ہو گیا خالی
رن بھر گیا گھر والوں سے، گھر ہو گیا خالی

۲۰ رو رو کے سکینہ سے مخاطب ہے وہ ذی شاں   تھراتی ہو فاقے سے، بہن بیٹھو میں قرباں
پیاسی ہو تو کچھ ہم بھی کریں پانی کا ساماں   کہتی ہے مزا لے گئے پانی کا چچا جاں
ایسا نہیں اب صدمۂ عباس ہے بھائی
جو منہ سے نکالوں کہ مجھے پیاس ہے بھائی

۲۱ منت یہ کنیزوں کی ہے کیوں شاہ کے گل فام   ہم فرش بچھا دیں کوئی دم کیجیے آرام
یہ کہتے ہیں: مظلوموں کو آرام سے کیا کام   ملتا ہے جنابِ علیؑ و فاطمہؑ کا نام
نیند آج کی کھوئیں گے تو آرام ملے گا
اب قبر میں سوئیں گے تو آرام ملے گا

۲۲ اکبر کی ہر اک بات پہ تھراتی ہے بانو   ماتھے پہ شکن دیکھ کے غش کھاتی ہے بانو
کچھ سوچنے لگتے ہیں تو گھبراتی ہے بانو   مڑتے ہیں جو رن کو تو موئی جاتی ہے بانو
اک ہاتھ کلیجے پہ دھرے ایک جبیں پر
آنکھوں کو جھکائے ہوئے بیٹھی ہے زمیں پر

۲۳ اکبر کی گذارش ہے کہ منگوائیں سواری — ماں کہتی ہے: "لو، کیوں نہ منا دوں گی میں واری"
پوری ہوئیں جو جو کہ مرادیں تھیں ہماری — گھر بھر گیا بچوں سے دولھن دیکھی تمھاری
کیا دیکھ کے دل خوش مرا ہوتا ہے بلا لوں
پہلو میں بہو گود میں پوتا ہے بلا لوں

۲۴ پردیس نہیں، بھوک نہیں، پیاس نہیں ہے — قاسم کا قلق ماتمِ عباسؑ نہیں ہے
گھر لٹنے کا، سر کھلنے کا وسواس نہیں ہے — اس وقت جدا ہوتے ہو کچھ پاس نہیں ہے
ہاں میرے بہل جانے کے اب طور تو سب ہیں
اک تم نہ ہوئے تو نہ ہوئے اور تو سب ہیں

۲۵ پالا تھا اسی دن کے لیے تو، کہ جدا ہو — آنکھوں کی نہ عینک ہو، نہ پیری کے عصا ہو
ہم ڈھونڈھیں دولھن اور تمھیں شوقِ قضا ہو — ارشاد سمجھ کر کرو، ناحق نہ خفا ہو
ہاں کرتی ہوں واری نہ نہیں کرتی ہوں واری
نازک ہے مزاج آپ کا میں ڈرتی ہوں واری

۲۶ ان چھٹی بھوؤں پر جو بل آیا تو غضب ہے — منہ تم نے بگڑ کر جو بنایا تو غضب ہے
سوکھے ہوئے ہونٹوں کو چبایا تو غضب ہے — اس فاقے میں طیش آپ نے کھایا تو غضب ہے
مر جائے گی جب ماں تو بہت یاد کرو گے
سچ کہیو پھوپھی سے بھی یہ ارشاد کرو گے

۲۷ رخصت تو بھلا مانگی پہ افسوس نہ آیا — خدمت کا کوئی پھل مری ماں نے نہیں پایا
پھر کس سے یہ خوش ہوگی، ہمیں نے جو رلایا — انصاف کرو، بیاہ کیا؟ دولھا بنایا!
ہشیار ہو، فہمیدہ ہو، سنجیدہ ہو پیارے
بے جا ہیں اگر کہتی ہوں رنجیدہ ہو پیارے

۲۸ گر نخل لگاتا ہے کوئی اے مرے گلفام — میوے نہیں تو چھاؤں میں پاتا ہے وہ آرام
تم تو ہو نہالِ چمنِ شاہِ خوش انجام — کیا ایک میں ہی سارے زمانے میں ہوں ناکام
موسم ترے پھلنے کا اب آیا ہے، بلا لوں
قسمت میں مری پھل ہے نہ سایا ہے، بلا لوں

۲۹ پانی سے نہالوں کو بڑا سب نے کیا ہے — ہم نے تمھیں پانی کے عوض شیر دیا ہے
زہراؑ کا چمن باغیوں نے لوٹ لیا ہے — پیاسوں کا لہو ظلم کی تیغوں نے پیا ہے
ہاں سوگ ہے میدان میں سادات کشی ہے
آ گئے جو خوشی آپ کی، وہ میری خوشی ہے

۳۰ کافی ہے تری چاہ، جو پانی نہ ملے گا! — دل باغ ہے گر داغِ جوانی نہ ملے گا
ڈھونڈھوں گی تو کیا کیا، مجھے جانی نہ ملے گا — پر احمدِ ثانی! ترا ثانی نہ ملے گا!
انصاف نہ دو ہاتھ سے ہم شکلِ نبی ہو
دیکھو کہیں مجھ سے نہ کوئی بے ادبی ہو

۳۱ اکبر نے یہ کی عرض کہ خادم کا ادب کیا — بستے بھی ہیں، لٹتے بھی ہیں گھر اس کا عجب کیا
ہم تو ہیں پُر ارمانِ ازل، عیش و طرب کیا — فرمایئے دنیا میں شجر پھلتے ہیں سب کیا؟
کیا آپ نے تقدیر کو پھرتے نہیں دیکھا!
بجلی کو کسی باغ پہ گرتے نہیں دیکھا!

۳۲ نعم البدل اکبر کا ابھی گھر میں ہے موجود — سجادِ حزیں، قبلۂ دیں، کعبۂ مقصود
دیکھا نہ مرا بیاہ، تو جو مرضیِ معبود — باقرؑ کی خدا عمر کرے خضر سے افزود
یہ دونوں جہاں میں تمھیں ممتاز کریں گے
وہ بولی کہ اور آپ؟ کہا: پیاسے مریں گے

۳۳ آباد رہیں آپ، سلامت رہیں بابا! — ممکن ہے پسر اور بھی ہم شکلِ نبیؐ سا
پر ہاں نہ علیؑ آئیں گے دنیا میں نہ زہراؑ — شبیرؑ کا ثانی نہ کبھی ہووے گا پیدا
یہ جھوٹ ہے بیٹا انھیں ہم سا نہ ملے گا
ایسا کسی فرزند کو بابا نہ ملے گا!

۳۴ کچھ بانوئے بے کس کو جواب اس کا نہ آیا — منہ دیکھ کے فرزند کا سر اپنا جھکایا
دروازے پہ گھوڑا علیؑ اکبر نے منگایا — آداب بجا لا کے یہ مادر کو سنایا
ملبوس بدلوا دو، نہ تکلیف اگر ہو
کچھ دیر نہ لیکن پھوپھی اماں کو خبر ہو

۳۵ وہ بولی یہ مشکل ہے، یہ دشوار ہے واری   پوشاک وہی رکھتی ہیں بچپن سے تمہاری
اتنے میں حضور آ کے سکینہ یہ پکاری   وہ سُن بھی چکیں، آئی ہے ڈیوڑھی پہ سواری
چھپ کر پھوپھی زینبؑ سے کہاں جاتے ہو بھائی؟
سب کہنے کو کس واسطے رُلواتے ہو بھائی؟

۳۶ بولے علیؑ اکبرؑ تمھیں کہہ آئیں پھوپھی سے؟   بیزار ہوئی ہوں گی وہ ہم شکل نبی سے؟
بتلاؤ تو، کیا جا کے کہا بنتِ علیؑ سے؟   وہ بولی کہ بھیّا مجھے تم پیارے ہو جی سے؟
کہہ آئی میں ان سے کہ کہیں جاتے ہیں بھائی
آماں کو بڑی دیر سے رُلواتے ہیں بھائی

۳۷ ناگاہ نمودار ہوئی زینبؑ غمناک   چہرے پہ ملے خاک گریباں کیے چاک
ہمراہ لیے اکبرؑ گلفام کی پوشاک   غصّے سے بدن رعشے میں، اور سرخ رخِ پاک
کہتے تھے حرم، غیظ میں یہ بنت علیؑ ہے
یا فاطمہؑ! اب عرش ہلانے کو چلی ہے

۳۸ اکبر کے سنانے کو یہ کہتی تھی زباں سے   اے عون و محمد تمھیں لاؤں میں کہاں سے
جو کام کیا پوچھ کے مجھ سوختہ جاں سے   اب قدر ہوئی پیاروں کی جب چھٹ گئے ماں سے
کیا جان کے دم بھرتی تھی ہم شکل نبیؐ کا
سب کہنے کی باتیں ہیں، نہیں کوئی کسی کا

۳۹ بانو نے کہا کان میں اکبرؑ کے، خبردار!   جو چاہیں یہ فرمائیں، نہ تم ہو لیو زنہار!
اس وقت جلالِ شہِ مرداں کے ہیں آثار   واری میں رضا دینے سے کر جاؤں گی انکار
سیدانیاں بھی دیکھ کے آمد کو ڈری ہیں
خالی یہ لرزنا نہیں غصّے میں بھری ہیں

۴۰ پاس آ کے کہا زینبؑ نے کس نے بہ رِقّت   لو بھابھی یہ ملبوس یہ اکبر کی امانت
بچپن کے بھی کرتے ہیں، جوانی کے بھی خلعت   اللہ مبارک کرے اب تم کو یہ خدمت
تم والدہ ان کی ہو، پدر سرور دیں ہیں
یہ آج کھلا، ہم کوئی اکبرؑ کے نہیں ہیں

۴۱ جو بات ہو سچ اس کا برا مانا گیا ہے   قابل مرے ہاتھوں کے یہ پوشاک بھلا ہے؟
میں نے ابھی بیٹوں کا لہو منہ پہ ملا ہے   یہ پیرہن ثانیِ محبوبِ خدا ہے
کیوں ہاتھ سے میری تمھیں وسواس نہ آئے
اکبر کو قسم دو کہ مرے پاس نہ آئے

۴۲ وہ بولی کہ جو کہیے سزاوار ہے بانو   واللہ ہے نہ نادر ہے، نہ مختار ہے بانو
ہے ہے عجب آفت میں گرفتار ہے بانو   اکبر ہیں جواں مرگ، عزادار ہے بانو
یہ تم نے نہ پوچھا کہ بنی کیا ترے جی پر
حضرت بھی خفا ہوتی ہوئی آئیں مجھی پر

۴۳ پھر رونے لگی بیٹھ کے ۱۱۰، زینبِ ناچار   ہم شکلِ نبیؐ پلٹے یہ کہتے ہوئے اک بار
میری پھوپھی اماں! مری مالک! مری مختار!   میں تو ہوں غلام آپ کا، کیوں آپ ہیں بیزار
ہم چاہتے ہیں تم ہمیں چاہو کہ نہ چاہو
اللہ! اب اک بات پہ بندے سے خفا ہو

۴۴ ہٹ ہٹ کے وہ بولی کہ نہ یہ ذکر نکالو   دم رکتا ہے یا ہاتھیں نہ گلے میں مرے ڈالو
ماں بیٹھی ہے وہ، جاؤ گلے اس کو لگا لو   بانو کی خوشامد کرو مرنے کی رضا لو
میں پیار نہیں کرتی میں قرباں نہیں ہوتی
جاؤ میں تمہاری پھوپھی اماں نہیں ہوتی

۴۵ جیتی رہیں بھابھی، وہ ہیں حق دار تمہاری   میں کاہے کو ہونے لگی مختار تمہاری
جاؤ نہ، سواری تو ہے تیار تمہاری   اٹھارہ برس کی ہوں پرستار تمہاری
کس سے کہوں کیا خونِ جگر پیتی ہوں ہے ہے
دل پر تو چھری پھر گئی اور جیتی ہوں ہے ہے

۴۶ زینب نے بہت آپ کو اکبرؑ سے چھڑایا   اکبر نے انھیں منّت و زاری سے منایا
آنسو جو تھمے مطلبِ دل اپنا سنایا   زینب نے کہا: لو، وہی مذکور پھر آیا!
میں سمجھی تھی ناشاد کو اب شاد کرو گے
سچ سچ علیؑ اکبر مجھے برباد کرو گے!

۴۷ میں تیغ سے کٹتے یہ گلا دیکھ سکوں گی؟ — جو سن نہیں سکتی وہ بھلا دیکھ سکوں گی؟
اس باغ پہ بارانِ بلا دیکھ سکوں گی — اس چاند سے مکھڑے کو ڈھلا دیکھ سکوں گی؟
آنسو مرے پونچھے تھے تو رُلوانے کی خاطر
کیوں لال، یہ ملنا تھا بچھڑ جانے کی خاطر؟!

۴۸ اکبر نے کہا: آپ کی الفت کے میں قربان — اب چند قدم کیجیے تکلیف پھوپھی جان
اک غم کا مُرقّع تمھیں دکھلاؤں گا اس آن — پھر آپ قسم دیں گی کہ مر جاؤ پُر ارمان
فرمایا: مُرقّع کہاں اے ماہ جبیں ہے
کی عرض: پسِ پشتِ خیامِ شہِ دیں ہے

۴۹ بڑھ کر علیؑ اکبر نے قنات ایک اٹھائی — گردن جو اُدھر زینبؑ نالاں نے پھرائی
دیکھا کہ کمر پکڑے ہوئے روتے ہیں بھائی — بے ساختہ چلّائی کہ "اللہ دُہائی"
اس غم کے مُرقّع کے میں قربان، یہی ہے؟
رو کر کہا اکبر نے: پھوپھی جان، یہی ہے!

۵۰ للہ، سرِ پاک کے نہیوڑانے کو دیکھو — فاقے سے مرے باپ کے تھرّانے کو دیکھو!
تنہا یہاں رونے کے لیے آنے کو دیکھو — ویران شہیدوں کے جلو خانے کو دیکھو
جو دم ہے غنیمت ہے کچھ اب حال نہیں ہے
روکا جو مجھے، فاطمہؑ کا لال نہیں ہے

۵۱ پھر تو یہ پکاری وہ یداللہؑ کی جائی — سیدانیو! دولہا کو سنوارو، اجل آئی
پوشاک نئی ہاتھوں پہ رکھ کر کوئی لائی — معراج تنِ پاک پہ اس جامے نے پائی
پھاڑا علیؑ اکبر نے گریباں قبا کا
اور نوحہ کیا: ہائے چچا، ہائے چچا کا

۵۲ عمامے نے تو گیسوؤں کو پیچ میں ڈالا — خورشید سے وہ تھا قدِ بالا پہ دوبالا
بندھنے لگا پٹکا تو ہوا طُرفہ اُجالا — اس دور میں چرخ گرد پھرا چاند کے ہالا
عُقدہ یہ کھلا باندھنے سے تیغ و سپر کے
اک برج میں جلوے ہیں ہلال اور قمر کے

۵۳ سرمے کی جو خواہش مہ و خورشید نے پائی — داغ اس کا بنا سرمہ، کرن اُس کی سلائی
کنگھی دلِ صد چاک کی بانو نے اٹھائی — جی کھول کے ہر زلف کی لٹ اس نے بنائی
سہرے کے بلائیں جو حرم غش ہوئے ہٹ کے
پھر موت بھی روتے لگی دامن سے لپٹ کے

۵۴ نکلا وہ مُرادوں کا چمن ہونے کو تاراج — ارمان پکارے کہ ملے خاک میں ہم آج
پہنچا گئے در تک حرمِ صاحبِ معراج — دوڑا عقبِ خیمہ سے کونین کا سرتاج
حضرت نے جو پوچھا کہ فدا ہوتے ہو ہم پر؟
فرزند نے سر رکھ دیا بابا کے قدم پر

۵۵ گردوں کی طرف دیکھ کے شہؑ نے یہ سنایا: — بندے کو گواہی تری کافی ہے خدایا
ایسا مجھے اس امّت بے دیں نے ستایا — نانا کی زیارت سے بھی اب ہاتھ اٹھایا
لی جان مرے قافلے والوں کی سفر میں
تصویر نبیؐ کی بھی نہ چھوڑی مرے گھر میں

۵۶ بندہ کوئی اس شکل کا بیٹا نہیں رکھتا — پر تیرے حضور اس کی بھی پروا نہیں رکھتا
ناصر کوئی جز خالقِ یکتا نہیں رکھتا — سب کچھ ہے، عنایت سے تری کیا نہیں رکھتا
گر درد دیا ہے تو تحمّل بھی دیا ہے
مالک مرے جو تو نے کیا خوب کیا ہے

۵۷ سودا بہ رضا ہوتا ہے بازار میں تیرے — بھولا ہوں ہر اک پیاسے کو میں پیار میں تیرے
حیران پیمبرؐ رہے اسرار میں تیرے — اب جلد حسینؑ آئے گا دربار میں تیرے
بعد ان کے نہ آنکھیں نہ زیارت ہے نبیؐ کی
اب موت ہی بہتر ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی

۵۸ پھر دم کیے آیے کئی فرزندِ حسیں پر — اُنگلی سے لکھا نامِ علیؑ لوحِ جبیں پر
رخصت کیا اور بیٹھے سرِ راہ زمیں پر — دل غیر کا تھرّا گیا حالِ شہِ دیں پر
آئے سوئے اصطبل جنابِ علیؑ اکبر
خود لائی اجل کس کے عقابِ علیؑ اکبر

۵۹ شہزادے نے جلوہ[۲۳] جو کیا دامنِ زیں پر — آوازہ کسا زین نے تے خورشیدِ مُبیں پر
مرکب نے قدم نازسے رکھا نہ زمیں پر — سرعت سے کہا، فرش بچھا عرشِ بریں پر
پلکوں سے لیا پنجہ میں شہبازِ فضا کو
نعلوں کے شکنجے میں کیا قید ہوا کو

۶۰ اکبرؑ جو ہوئے جلوہ نگن دامنِ زیں پر — مطلع پھر زین نے آوازہ کسا مہرِ مبیں پر
توسن نے قدم نازسے رکھا نہ زمیں پر — سرعت نے کہا، پھر کو چل عرشِ بریں پر
یکتا تھے دو رہوار جہاں اور جناں میں
جنت میں بُراقِ نبوی اور یہ جہاں میں

۶۱ وہ رخش[۲۴] تھا یا ابلقِ اَیّام کا اقبال — نِک سُکھ سے درست اور جواں بخت جواں سال
جادو تھا فدا آنکھ پہ، اک معجزہ تھی چال — خورشید کے سُم، برق کی دُم، شعلے کی یال
قوت کی طبیعت تھی دلیری کا جگر تھا
سرعت کا بدن، فہم کا دل، عقل کا سر تھا

۶۲ لشکر میں خبردار بیہ رے کر خبر آئے — ہاں توبہ کرو شر سے کہ خیرُ البشرؐ آئے
ہٹ کر کہا سب نے، کدھر آئے، کدھر آئے — چلّانے لگا شمر: وہ — اکبر نظر آئے
تھا وہم کہ خالی شہ بیکس کا پڑا ہے
گھر شیرِ خدا کا ابھی شیروں سے بھرا ہے

۶۳ خُدّامِ ادب چرخ کو دوڑے کہ ٹھہر جا، — ہیبت نے کہا: عمرِ عدو سے کہ گذر جا
کوفے نے صدا دی بنِ مُر جا نہ کو مر جا، — رن فتنے سے بولا کہ، ابھی پار اُتر جا،
چھپنے کا تصور جو کیا عرش نے جی میں
کرسی نے کہا: سایۂ ہم شکلِ نبیؐ میں

۶۴ اک عالمِ حیرت[۲۵] تھا، چہ لاہوت، چہ ناسوت — سب جرم سے تائب تھے، چہ ہاروت چہ ماروت
سب خوف سے تھے زرد، چہ خورشید، چہ یاقوت — سکتہ تھا سلاطیں کو، نہ تخت اور نہ تابوت
بیخود جو کیا روئے درخشاں کی چمک نے
بالائے زمیں ٹیک دیئے ہاتھ فلک نے

۶۵ وہ مرد کہ مشتاق رہا کرتے تھے رن کے — رن سے گئے عورات کا ملبوس پہن کے
انسان سے حیوان ہوئے طالبِ سرتن کے — دریا میں زرہ پوش چھپے مچھلیاں بن کے
تھی دہاکِ اجل کی بھی بہت جسم سے رن میں
اب پھرتی ہے چھپتی ہوئی مُردوں کے کفن میں

۶۶ رہوار کے کاوے[۲۶] سے زمیں چرخ میں آئی — پر عرقِ عَرَق ہو گیا وہ حق کا فدائی
چہرے پہ عجب آب پسینہ نے دکھائی — ان قطروں سے نیساں پہ گھٹا شرم کی چھائی
یہ قدر عرق کی نہ کسی رو سے بڑھی تھی
شبنم کبھی خورشید کے منہ پر نہ پڑی تھی

۶۷ ماتھے کا عرق پاک کیا انگلی سے بارے — سورج سے یکے دور مہِ نو نے ستارے
حیدرؑ کے لب و لہجہ سے لشکر کو پکارے — ہاں غافلو! رستے سے ہو آگاہ ہمارے
اللہ کے بندے ہیں ہم اللہ نہیں ہیں
بندے مگر اس طرح کے واللہ نہیں ہیں

۶۸ تن پر رہِ معبود میں ہم سر نہیں رکھتے — ہم سر کے کٹا دینے میں ہمسر نہیں رکھتے
جو دستِ گدا اور کہیں زر نہیں رکھتے — تکیہ کرمِ حق پہ ہے بستر نہیں رکھتے
یہ اُن پہ کھلا ہے کہ جو خاصانِ خدا ہیں
ہر بندے کے ہم نامِ خدا عُقدہ کشا ہیں

۶۹ داغِ کفِ موسیٰؑ[۲۷] یدِ بیضا کیا ہم نے — ایوبؑ کو اک آن میں اچھا کیا ہم نے
عیسیٰؑ کو زمانے میں مسیحا کیا ہم نے — اک زور سے اللہ کے کیا کیا ہم نے
ہم وہ ہیں کہ ہستی کی سدا سیر کریں گے
چکھیں گے مزا موت کا بھی اور نہ مریں گے

۷۰ لقمان نے حکمت کی سند پائی ہمیں سے — عیسیٰؑ نے بھی سیکھی ہے مسیحائی ہمیں سے
ایوبؑ نے کی اَخذِ[۲۸] شکیبائی ہمیں سے — جو مہرِ سلیمانؑ تھی وہ ہاتھ آئی ہمیں سے
ہم بندوں سے صانع نے کمال اپنا دکھایا
حلم اپنا وقار اپنا جلال اپنا دکھایا

٧١ احکام یزید اور ہیں اور اپنے امور اور   باطل کی نمود اور ہے اور حق کا نمود اور
نمرود کی آگ اور ہے اور آتشِ طور اور   زنبور کا غل اور ہے الحانِ زبور اور
سمجھو تو سہی تم کہ بشر کیا ہے، ملک کیا
بت کیا ہے، خدا کیا ہے، زمیں کیا ہے، فلک کیا

٧٢ ساماں سے کوئی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا   ہر اہلِ عصا، موسیٰؑ عمراں نہیں ہوتا
پہنے جو انگوٹھی وہ سلیماں نہیں ہوتا   آئینہ گر اسکندرِ دوراں نہیں ہوتا
لاکھ اوج ہو پشّے[٢٣] کا ہما ہو نہیں جاتا
بت سجدوں سے واللہ خدا ہو نہیں جاتا

٧٣ غصّے سے اگر ہم ابھی تیور کو بدل دیں   حکم و عمل و حاکمِ کشور کو بدل دیں
ہر فرد کے پرزے کریں دفتر کو بدل دیں   یہ کیا ہے زمانے کے مقدّر کو بدل دیں
اُٹھے ہوئے طوفان کو ہٹا دیں تو وہ گر جائے
آئے ہوئے محشر کا جو منہ پھیر دیں تو پھر جائے

٧٤ کیوں حجّتِ اللہ سے ہر شے پہ ہے تکرار؟   مکّی مدنی قبلۂ دیں، کعبۂ ابرار
کس بات پہ حاکم ہوا بیعت کا سزاوار   بدکار، زیاں کار، سیہ کار، جفا کار
قابل[٢٥] یہ امامت کے ہے؟ قائل ہمیں کر دو
قرآن سے آیہ دو حدیثوں سے خبر دو

٧٥ بندوں نے بنایا ہو جسے کیوں وہ خدا ہے؟   نادانیِ خلقت یہی پیشِ عُقَلا ہے
جو حق کی طرف سے ہے امامِ دِگر ہے   جو خلق کی جانب سے ہے وہ کچھ نہیں کیا ہے
دم ایسے اماموں کی جو طاعت کا بھرو تم
بت کے بھی خدا ہونے کا اقرار کرو تم

٧٦ خاموش ہیں ہم حکمِ جنابِ شہِ دیں سے   بگڑیں تو بنے کچھ نہ فلک سے نہ زمیں سے
اس حکم پہ تم بڑھ کے اُلجھتے ہو ہمیں سے   کینے کی گرہ کھلتی ہے دل سے نہ جبیں سے
آخر کبھی محشر ہے، کبھی ربِّ غنی ہے
گر[٢٦] آج قیامت نہیں، فردا[٢٧] شُدَنی ہے

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

٧٧ یثرب میں سب آتے ہیں زیارت کو ہماری   قرآن سمجھتے ہیں وہ صورت کو ہماری
یاں قدر نہیں نانا کی اُمّت کو ہماری   بد اصل ہو، کیا سمجھو شرافت کو ہماری
بانو کا جگر جانِ حسینؑ اور نہیں ہے
اکبر سا نجیبُ الطّرفین اور نہیں ہے

٧٨ اتری مرے دادا کے لیے عرش سے شمشیر   نازل مری دادی پہ ہوئی چادرِ تطہیر
اوڑھے ہوئے ہے اب وہ ردا خواہرِ شبّیرؑ   جس نے مجھے پالا ہے بصد عزّت و توقیر
مکّے کے مدینے کے جوانوں کا شرف ہوں
زینبؑ کا غلام اور میں بانو کا خلف ہوں

٧٩ سنتے ہو، ادب تم بھی نہ زینبؑ کا بھلانا   برچھی میں مرا خون پھوپھی کو نہ دکھانا
ممکن ہو تو زینبؑ سے مری موت چھپانا   تا زیست مجھے روئے گی وہ، تم نہ رُلانا
جب لُٹیو سرکارِ پیمبرؐ کے خلف کی
لینا نہ ردا بنتِ شہنشاہِ نجف کی

٨٠ ناگاہ یہ آواز ہوئی خیمے سے پیدا   اس قدر بڑھانے پہ فدا دخترِ زہراؑ
تبلایا غلام آپ کو، مجھ کو کھلی سکا   یوں کیوں نہ کہا عونؑ و محمدؑ کا ہوں آقا
واری گئی تم آلِ پیمبرؐ کے شرف ہو
سب کنبے کے اقبال ہو، سب گھر کے شرف ہو

٨١ لینے کی ردا کے نہ تمنّا[٢٨] ہی کرو، واری   پیدا ہوئی تھی پالنے والی جو تمہاری
نانا نے یہ اماں سے کہا تھا کئی باری   سر ننگے پھرائے گا اسے لشکرِ ناری
فرمودۂ[٢٩] محبوبِ خدا ہوئے گا بیٹا!
کل بلوے میں سر میرا کھلا ہوئے گا بیٹا!

(۱ے حاشیہ بر صفحہ ۔) اس کے بعد دفتر میں ایک مطلع ہے، اگر کوئی شخص مرثیہ کو مختصر کرنا چاہے تو بالائی بند چھوڑ کر اس مطلع سے مرثیہ پڑھ سکتا ہے۔

جب جلوہ فگن اکبرِ ذی شاں ہوئے رن میں   ذرّے بصفت مہرِ درخشاں ہوئے رن میں
رخ دیکھ کے سب قائلِ قرآں ہوئے رن میں   یوں خشک زباں سے یہ رجز خواں ہوئے رن میں
ہشیار کہ ہم ماہِ عرب مہرِ عجم ہیں
ماں حضرت بانو ہے، پدر شاہِ اُمَم ہیں

۸۲ ناگہ عمرِ سعد نے طارق کو پکارا — خاموش کر اس شمعِ حسینی کو خدارا
جا کشورِ موصل کی حکومت ہو گوارا — وہ بولا: نہ دو تم، تو کروں کیا میں تمہارا

اُس دیو کو مُہر اپنی سیہ رو نے عطا کی
اکبر کے لیے روحِ سلیمانؑ نے دُعا کی

۸۳ تھا ہالۂ ناہیدِ خدا ابنِ شہنشاہ — عقربؑ کے طریقے سے بڑھا طارقِ گمراہ
نیزہ نہ کہو، نیش تھا عقرب کا سوئے ماہ — ہستی نے کہا: جا تجھے غارت کرے اللہ

شبرنگؑ نے سرنگ سے موذی کا بڑھا تھا
طاؤسِ جہنم پہ مگر سانپ چڑھا تھا

۸۴ گو نیزے کے فن میں بہت اس نحس نے کد کی — ہر طعن پہ لعن اس کو ملی ربِّ صمد کی
پھرتی میں عجب شکل تھی اس سرو سے قد کی — بس فرق میں اک نقطے کے زد نیزے کی رد کی

پھر کان پہ توسن کے رکھا نیزہ ہلا کر
یا لیٹ ہوئے تیر کو پیکاں سے ملا کر

۸۵ اس نیزے سے یوں ہم کے تڑپا وہ کمینہ — بھاگا ہوا آگے سے گیا پشت پہ سینہ
نیزہ جو لگا سینے میں، تے دل تھا، نہ کینہ — یہ سانپ خزانے کا، وہ کافر کا خزینہ

سرکا، تو دبے پاؤں سرہانے اجل آئی
دو ہاتھ سناں پشت سے باہر نکل آئی

۸۶ جو دستِ یداللہ نے پھر نیزہ کرن کا نہ ہلایا — برچھوں فلک اچھلے کہ عجب نیزہ لگایا
لاشہ پسرِ سعدِ لعیں دیکھنے آیا — سب نے وہ سناں پشت میں دکھلا کے سنایا

ڈھالوں میں ہر اک خوف سے منہ ڈھانک رہا ہے
اژدرِ درۂ کوہ سے وہ جھانک رہا ہے

۸۷ ناگہ پسرِ طارقِ عمرِ بدسیر آیا — چلے سے ملائے ہوئے تیرِ اجل شر آیا
حیرت کا مرقع وہ ستم گر نظر آیا — یاں قوس کے ہالے میں ہلالِ ظفر آیا

تیر ان کا ہوا زیبِ کمانِ جنگ کی لو میں
روشن تھا کہ اک شمع ہے طاقِ مہِ نو میں

۸۸ چھوٹا جو خدنگؑ ان کا تو چلائے کہ دم ہر — قربانِ نزے سے قوس و ترے سے تیر و زہے زہ
بولا یہ خوشامد سے عدو کا تن فربہ — نے تیر تری نذر کو دل یہ ہے جگر یہ

پیکاں کے اک قطرے میں طوفان نظر آیا
پانی کی طرح ہر رگ و ریشہ میں در آیا

۸۹ گردش کی نہ آنکھوں نے نہ جنبش سر و پا نے — جب روح کا پیچھا کیا اس تیرِ قضا نے
اُس وقت کی سرعت ملک الموت ہی جانے — منہ ڈھانپ لیا تیر کے پلّے سے ہوا نے

جاں اس کی ان کی زرشتؑ سے منہ موڑ کے بھاگی
حسرتِ دلِ ناپاک کی جی چھوڑ کے بھاگی

۹۰ طلحہ بن طارق نے پھر اشہب کو اڑایا — بالجبر یہ ثالث بھی نہ شر سے نظر آیا
اکبر نے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا — گردن کی رگیں پس گئیں گھوڑے سے اٹھایا

چھٹ جاتی رکابیں نہ اگر پائے لعیں سے
اکملؑ تھا کہ رہوار بھی اٹھ آئے زمیں سے

۹۱ چکّر میں زمیں آ گئی یوں گرد پھرایا — تقدیر کی گردش نے بڑا اخترؑ کو رلایا
اک برج نیا چرخ کے نیچے نظر آیا — جنگل میں بھنور قلزمِ مجزاتؑ نے دکھایا

سرگشتہ نہ تھا طلحۂ ناپاک ہوا پر
یہ کوزہ گرِ چرخ کا تھا چاک ہوا پر

۹۲ پھر دستِ مبارک سے جو اُس نحس کو چھوڑا — گھوڑے کے پیے ہاتھ کا سایہ ہوا کوڑا
تن جل گیا ناری کا ہوا گرم جو گھوڑا — ششدر ہوئے دولا کہ رخ اس کا مڑا

بے جاں کیے تیغ تن اس دل کے غنی نے
فی النار کیا ناریوں کو پنجتنی نے

۹۳ بعد اس کے صفِ جنگ سے اک صف شکن آیا — مصراع بن غالب روئیں بدن آیا
اژدر بکف آیا تہہِ راں کر گدن آیا! — بگڑا یہ جواں شیر تو کچھ بھی نہ بن آیا

خالی ہوا رعبِ خلفِ شاہِ زماں سے
سر عقل سے، اور رُخ رنگ سے، دل تاب و تواں سے

۹۴ پانی نے اسے آپ کی تلوار کو سونپا — اور خاک نے ضربِ سُمِ رہوار کو سونپا
پھر آگ نے پیکانِ شرربار کو سونپا — آخر کو ہوا نے کرۂ نار کو سونپا
چار اس کے عناصر تو گئے چار طرف کو
کی فتح نے تسلیم دو عالم کے شرف کو

۹۵ مصراع ہوا رو برو سے مطلعِ اسلام! — تلوار ادھر تھی پئے تقطیع بد انجام
جب میاں کے مصرع سے بڑھا فقرۂ صمصام — ہاتف نے کہا نظم و نسق کا ہے یہ ہنگام
کیا میاں میں شمشیر کے فقرے کو کل آئے
مصرع تو کمر میں رہا معنی نکل آئے

۹۶ دل فتح کا تازہ کیا اس خضر جواں نے — ظلمت سے کیا رن میں ظہورِ آبِ رواں نے
کی آرزوئے غوطہ زنی طائرِ جاں نے — بے ساختہ نعرا کے کہا امن و اماں نے
وہ میان سے شمشیرِ شجاعت نکل آئی
لو زانچے سے جنگ کی ساعت نکل آئی

۹۷ مصراع سے مصرع ہوا ضم تیغِ اجل کا — ہر رکن کٹا، وزنِ بدن ہو گیا ہلکا!
قامت جو گرا دشت میں مردودِ ازل کا — اس ریگ پہ مصرع وہ بنا بحرِ رمل کا!
سالم نہ دل و دیدۂ ملعون نظر آیا
ہر بیت میں اس تیغ کا مضمون نظر آیا

۹۸ للکارا یہ افسر کو جری تول کے تلوار — اب تو جگرِ پنجتنِ پاک سے ہو چار
چار آئینے یہ تیرے تھے جو ہو گئے بیکار — ہم جنگ میں لاکھوں سے نہیں عاجز و ناچار
یہ سن کے عرق ناصیۂ فوج پر آیا
ہر قطرہ سمندر کی طرح موج پر آیا

۹۹ پھر تو قدم اس طرح بڑھا رخشِ جری کا — جیسے رہِ خالق میں اٹھے ہاتھ سخی کا
یوں زنگ اڑا تیغ سے ایک ایک شقی کا — جس طرح گنہ توبہ سے زائل ہو کسی کا
یوں کفر ملا فوج سے شر جیسے شرر سے
باطل سے جدا حق ہوا حر جیسے عمر سے

۱۰۰ کڑا کیت بھی کڑکے، یہی رن ہے یہی میدان — کھیلو سپر و تیغ سے وہ گو ہے یہ چوگان
اکبر سے یہاں جوشِ شجاعت نے کہا ہاں — مردانہ بڑھے کہتے ہوئے یا شہِ مرداں!
رو باہوں کو بڑھتے ہوئے اس شیر نے روکا
اُمڈا ہوا طوفاں پلِ شمشیر نے روکا

۱۰۱ یہ تیغ گری ہر سرِ بد خو پہ تڑپ کر — منہ کو کیا بے آبرو ابرو پہ تڑپ کر
دل سینوں میں تڑپا دیے پہلو پہ تڑپ کر — بجلی کی طرح پھر گئی بازو پہ تڑپ کر
عامل بھی نہ آسیب کو یوں سر سے اتارے
جس طرح سر اس تیغ نے پیکر سے اتارے

۱۰۲ قدموں سے چلی تو سرِ ناپاک پہ چمکی — ناپاک کا سر کاٹ کے افلاک پہ چمکی
افلاک سے آ کر کرۂ خاک پہ چمکی — گہہ سُنبلہ پر، گہہ خس و خاشاک پہ چمکی
تھی تیز کہ اُتری تھی ابھی چرخ پہ چڑھ کر
مچھلی کے تلے گاؤ زمیں چھپ گئی بڑھ کر

۱۰۳ چمکی یہ جو ہیں تیرِ اعظم کی طرح سے — اعدا کی زرہ اڑ گئی شبنم کی طرح سے
ہر دل کی خوشی کھا گئی یہ غم کی طرح سے — ہر صف نظر آئی صفِ ماتم کی طرح سے
آرام ملے خاک وہ مردودِ خدا تھے
آرام کے بھی لفظ کے سب حرف جدا تھے

۱۰۴ تھے قطرۂ خوں رشتۂ جوہر میں نہ زنہار — لڑنے کی بہار اس کے گلے کا ہوئی تھی ہار
ہر وار پہ تحسیں کی سزاوار تھی تلوار — گردوں میں جو چھپتی تھی کھلا ہم پہ یہ اسرار
سرکارِ الٰہی سے بُرِش کے یہ صلے تھے
تو پارچے افلاک کے خلعت میں ملے تھے

۱۰۵ گر چار ہوا تیغِ دو سر سے کوئی سردار — اس پنجتنی نے مع ہمزاد کیا چار
یہ کاٹ کے معنی ہیں، اسے کہتے ہیں تلوار — لشکر کے جوانوں کو مُسن کر دیا اک بار
دو چھتے سن و سال کیے اہلِ ہوس کے
جو تیس برس کے تھے، ہوئے ساٹھ برس کے

۱۰۶ چھائی جو سر دست یہ صمصام کی بدلی   رُت پھر گئی رنگت سیہ شام کی بدلی
بدلی نے ہوا گردشِ ایام کی بدلی   غل تھا کہ نگہ کفر سے اسلام کی بدلی
گرنے میں جھڑی لگ گئی بیدادگروں کی
پڑنے لگی بوچھار جہنم میں سروں کی

۱۰۷ آئیلے پہ کشتین زخموں کے عالم ہوا فانی   تلوار کے پانی پہ ہوئی فاتحہ خوانی
طوفاں کا تموّج بھی بھرنے لگا پانی   نے دھوپ تھی، نے چھاؤں، نہ پیری نہ جوانی
بھاری تھے بہت کوہ مگر وہ بھی بہے تھے
آبِ دمِ شمشیر میں سر پیر رہے تھے

۱۰۸ اب تیغ نے سر جانبِ آب اپنا اٹھایا   دریا نے نہ پھر پائے شتاب اپنا اٹھایا
طوفاں ہوا بے پردہ، نقاب اپنا اٹھایا   بے مغزوں نے سر مثلِ حباب اپنا اٹھایا
انگڑائیوں میں ہاتھ کھنچے پیر و جواں کے
پَر، ڈوبنے کے وقت کھلے طائرِ جاں کے

۱۰۹ اس فوج کے بڑھنے سے گھٹا علقمہ کا گھاٹ   ہمت نے کہا نہر کو بھی ناریوں سے پاٹ
کیا تیغ تھی، کیا آب تھی، کیا دھار تھی کیا کاٹ   کشتے تھے بہت اور بہر کفن نہر کا اک پاٹ
جو رنگ تھا مرجان کا وہ موتی کو دیا تھا
دریا کا لہو پانی تمام ایک کیا تھا

۱۱۰ سب ناریوں نے آپ کو دریا میں گرایا   اس تیغ نے طوفان قیامت کا اُٹھایا
گرداب میں قالب کے جہازوں کو پھنسایا   روحوں کو مگر راستہ دوزخ کا بتایا
موتی یہ ڈرے تیغِ شہنشاہ نجف سے
خود دامنِ نیساں میں چھپے اڑ کے صدف سے

۱۱۱ گرنے سے پھریروں کے ہر اک موج پڑی تھی   خودوں سے بہارِ چمنِ نیلوفری تھی
تھی غرق بھنوں تیغ پہ زینت سے بھری تھی   لیکن یہ صفائی تھی کہ اعجاز گری تھی
دریا سے اٹھی خون بہا کر وہ عدو کا
پانی سے نہ میلا کوئی دھبا بھی لہو کا

۱۱۲ ہر ایک پرا ہو کے پراگندہ پکارا!   جاں بخش، اماں بخش، نبی زادے خدارا
شمشیر کو روکا جو رحیمی سے قضا را   نیزہ کسی ظالم نے دلِ پاک پہ مارا
اتنا تو کہا: کیوں یہی احساں کا صلا تھا؟
پر بند تھی آنکھ اور گلِ زخم کھلا تھا

۱۱۳ ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ کر یہ پکارے   اے قبلۂ حاجات! میں قربان تمہارے
فرماؤ قدم رنجہ کہ ہیں گور کنارے   چلّائے شہِ دیں کہ ابھی آیا میں پیارے
اے جانِ پدر! یہ تو کہو زخم کہاں ہے؟
آئی یہ ندا مین کلیجے میں سناں ہے

۱۱۴ آواز پر اکبر کی، علیؑ کا پسر آیا   کس مہر سے خورشید قریب قمر آیا
پر ضعفِ بصارت سے نہ لاشہ نظر آیا   تھرّا کے گرے خاک پہ منہ کو جگر آیا
چلّانے لگے ڈھونڈھ کے ہاتھوں سے: کدھر ہو!
اے روشنیِ چشم! اِدھر ہو کہ اُدھر ہو!

۱۱۵ ہاتھ اپنا کلیجے سے اٹھا کر وہ پکارا   تشریف ادھر لاؤ! یہ خادم ہے تمہارا
ٹھہرائیں حضور آپ طبیعت کو خدارا   لاشہ نظر آتا نہیں حضرت کو ہمارا
سب رنج تو تھے ضعفِ بصارت ہوا کب سے؟
شبیّر پکارے کہ جدا تم ہوئے جب سے!

۱۱۶ بینائی کو کیا پوچھتے ہو، جان نہیں، ہائے   ایسا نہیں داغ آپ کا جو باپ نہ مر جائے
اللہ کو معلوم ہے جس طرح یہاں آئے   اب اور جو ارشاد کرو باپ بجا لائے
وہ بولا کہ دامن سے مرا زخم چھپا دو
اماں مری جیتی ہوں تو لے چل کے دکھا دو

۱۱۷ پھر رو کے کہا: ہائے بہن فاطمہ صغرا   تم نے نہ ہمیں دیکھا، نہ ہم نے تمہیں دیکھا
دل بند کی حالت پہ ہوا دل تہ و بالا   سیدانیوں میں لے چلے بن بیاہے کو آقا
اکبر کو تو معراج تھی دوشِ شہِ دیں پر
پر پاؤں لٹکتے ہوئے آتے تھے زمیں پر

۱۱۸ بانوٗ عقبِ پردہ کھڑی کرتی تھی زاری — یہ دیکھتے ہی آلِ پیمبرؐ کو پکاری
سر ڈھانپ لو، آئی مرے بیٹے کی سواری — چلّا کے نہ روؤ کوئی میں صدقے میں واری
ہے ہے، نہ کہیں اور مقدّر مرا پھر جائے
ڈیوڑھی سے خفا ہو کے نہ اکبر مرا پھر جائے

۱۱۹ ناگاہ اُٹھا پردہ، درِ آلِ عبا کا — خیمے میں ہوا داخلہ شاہِ شہدا کا
جس فرش پہ دم نکلا تھا محبوبِؐ خدا کا — اس دم وہی بستر ہوا اُس ماہ لقا کا
طاقت نہ رہی ضبط کی زینبؑ کے جگر کو
منہ دیکھ کے زانو پہ رکھا پیار سے سر کو

۱۲۰ اکبر نے اشارہ کیا: آنسو نہ بہاؤ — اللہ کو اب یاد کرو ہم کو بھلاؤ
اَمّاں کو بلاؤ، مری اَمّاں کو بلاؤ — زینبؑ نے کہا، بھابھی کدھر ہو، اِدھر آؤ
اس وقت بھی دم آپ ہی کا بھرتے ہیں اکبرؑ
جلد آؤ یہاں یاد تمہیں کرتے ہیں اکبرؑ

۱۲۱ آواز دی بانو نے کہ ہیں باو کے قربان — پھر پوچھا نبی زادیوں سے ہو کے پریشان
آنکھوں سے مجھے کچھ نظر آتا نہیں اس آن — آزردگیِ اکبرؑ مظلوم کا ہے دھیان
مجھ کو نہیں معلوم کہ حالت مری کیا ہے
نعلَین مرے پاؤں میں ہے، سر پہ ردا ہے

۱۲۲ سیدانیاں لے آئیں ردا اس کو اڑھا کر — سرکا ہوا تھا سر سے مگر گوشۂ چادر
منہ پھیر کے غیرت سے تڑپنے لگے اکبرؑ — کچھ کان میں زینبؑ کے کہا، بولی وہ ششدر
کہتے ہیں کہ میداں سے ناحق میں گھر آیا
مرتے ہوئے اَمّاں کا کھلا سر نظر آیا

۱۲۳ بھابھی! جو کہیں یہ، سو کرو، بھول نہ جاؤ — سر اچھی طرح ڈھانپ لو تو سامنے آؤ
اک آن کے مہماں ہیں غصّہ نہ دلاؤ — زخمی ہے جگر نیزے سے، تم دل نہ دُکھاؤ
بعد اِن کے خبر کون بھلا آپ کی لے گا
بلوے میں ردا مانگو گی اور کوئی نہ دے گا

۱۲۴ بانو نے کہا دیکھیے تو آپ اُدھر کو — لو چھوڑ دیا ہاتھ سے اب زخمِ جگر کو
اب کس کے منانے کے لیے ڈھانپوں میں سر کو — گھر لٹتا ہے، ہے ہے! میں نکل جاؤں کدھر کو
غصّہ کی اب آنکھیں ہیں، نہ وہ پیار کی آنکھیں
پتھرا گئیں ہے ہے مرے دلدار کی آنکھیں

۱۲۵ بچہ نہ ہوا تھا کوئی مجھ سوختہ جاں کا[24] — دم توڑنا دیکھا بھی تو اس شیر جواں کا
باندھو مری آنکھیں، یہ ہے دستور کہاں کا — اتنا بھی نہ ہو سخت کلیجہ کسی ماں کا
ہے ہے نہیں کیوں حشر بپا ہوتا ہے لوگو
آگے مری آنکھوں کے یہ کیا ہوتا ہے لوگو!

۱۲۶ سر آپ کے زانو سے سرکتا ہے، دُہائی — منکا مرے بچّے کا ڈھلکتا ہے، دُہائی
دم سینے میں بے طرح اٹکتا ہے، دُہائی — سب روتے ہیں، کچھ ہو نہیں سکتا ہے دُہائی
گھبرائے ہوئے نامِ علیؑ لیتے ہیں اکبر
کیوں کھینچ کے ہاتھوں کو پٹک دیتے ہیں اکبر

۱۲۷ لِلّٰہ مرے صاحبِ غیرت کو مناؤ — حضرت کی قسم دو کہ خفا ہو کے نہ جاؤ!
سر ڈھانپ لیا ماں نے، اب آنکھیں نہ پھراؤ — لو اِس جگر افگار کو چھاتی سے لگاؤ
ماں کہتی ہے بیٹا مری تقصیر[25] بحل کر
تم پالنے والی سے کہو، شیر بحل کر

۱۲۸ فردوس کے پھولوں سے مہکتا ہے جو سب گھر — گلدستہ سونگھاتی ہے اجل اِن کو مقرر[26]
کیوں پاؤں سمیٹے مرے پیارے نے لرز کر — کیا قبلے کی جانب سے ہوئی آمدِ حیدرؑ
تعظیم کی طاقت جو نہیں پاتے ہیں اکبر
کیوں کہنیوں کو ٹیک کے رہ جاتے ہیں اکبر

۱۲۹ اتنے میں کیا اکبر غازی نے تبسّم — اور شیر کے نعرے سے ہوا شور و تلاطم
بانو نے کہا: یوسفِ شبیرؑ ہوا گم[27] — کیوں شیرِ خدا! لے چلے بیٹے کو مرے تم!
اس کو کھ جلی کی تو نہ فریاد کو پہنچے
دم توڑنے میں پوتے کی امداد کو پہنچے

۱۳۰ پھر دیکھ کے منہ مردے کا زینبؑ کو پکارا ۔۔۔ گویا کہ ہنسا چاہتا ہے لال تمہارا
دیکھو مری خاطر سے بھلا نبض دوبارا ۔۔۔ آئینہ رکھو سامنے منگوا کے، خدارا
بی بی، کہیں سکتہ تو نہ اکبر کو ہوا ہو
پڑھ کر کلمہ یہ ابھی اٹھ بیٹھیں تو کیا ہو

۱۳۱ یوں مُردے کے ماتھے کو چمکتے نہیں دیکھا ۔۔۔ پھولوں کو خزاں ہر کے مہکتے نہیں دیکھا
اس حسن سے منکے کو ڈھلکتے نہیں دیکھا ۔۔۔ یوں زلفوں کو بل کھا کے لٹکتے نہیں دیکھا
تھا زیست میں کیا حُسن جو اس آن نہیں ہے
رو کر کہا زینب نے : فقط جان نہیں ہے

۱۳۲ پھر لاش سے لپٹی کہ میں قرباں علیؑ اکبر ۔۔۔ رخصت نہ ہوئے، ہو گئے بے جاں علیؑ اکبر
اٹھارہ برس کے مرے مہماں، علیؑ اکبر ۔۔۔ دنیا سے اٹھے آج پُر ارماں علیؑ اکبر
جی کھول کے اب روؤں جو پیارے کی رضا ہو
ڈرتی ہوں کہیں روح تمہاری نہ خفا ہو

۱۳۳ کیوں سوگ کا سامان کروں، یا نہ کروں میں؟ ۔۔۔ بال اپنے پریشان کروں، یا نہ کروں میں؟
سر بہنوں کا عریان کروں یا نہ کروں میں؟ ۔۔۔ پورا کوئی ارمان کروں یا نہ کروں میں؟
یہ رسم نئی آج یہاں ہوتی ہے بیٹا!
تم روئے نہ ماں کو، تمہیں ماں روتی ہے بیٹا!

۱۳۴ پہلے سے خبر مرگِ جوانی کی جو پاتی ۔۔۔ واری، تمہیں بچپن ہی میں دولھا میں بناتی
ننھی سی دولھن ڈھونڈھ کے میں آپ کی لاتی ۔۔۔ یوں روح مرے لال کی ناشاد نہ جاتی
ناکاموں کے بن بیاہوں کے سلطان تمہیں ہو
بالکل جسے کہتے ہیں "پُر ارمان" تمہیں ہو

۱۳۵ پیارے! کہو صغرا کے لیے بھیجوں سواری ۔۔۔ بلواؤں مدینے کے جوانوں کو، میں واری
ہم جولیوں کے کاندھے پہ میت ہو تمہاری ۔۔۔ سر ننگے چلوں آگے میں کرتی ہوئی زاری
جس سمت گذر لاش کا ہو، حشر گذر جائے
دو چار قدم چل کے یہ دائی تری مر جائے

۱۳۶ یثرب کا کفن پہنو گے، یا کعبہ کا بیٹا ۔۔۔ ریتی پہ مزار آپ کا ہو، یا لبِ دریا
واری، میں مجاور بنوں، یا دخترِ زہراؑ ۔۔۔ جھاڑو ترے مرقد پہ سکینہ دے، کہ کبریٰ
آئی یہ ندا کوہ پہ جا کر تو مرے گی
یاں فاطمہؑ کی روح یہ سب کام کرے گی

۱۳۷ اُحسنت دبیرؔ! اب تو سخن ہے ترا اعجاز ۔۔۔ ہر مصرعِ موزوں دُرِ مکنوں سے ہے ممتاز
اوروں کی ہے نظم اور، کہاں سوز، کہاں ساز ۔۔۔ اب مرثیۂ حضرتِ عباسؑ کر آغاز
سینے میں ترے سوز ہے اکبر کے اَلَم کا
عباسِ علمدار سے لے سایہ علم کا